مولانا صفی الرحمن مبارکپوری

الرحیق المختوم

quranurdu.com

سیرت نبوی ﷺ پر اب تک لکھی جانے والی بہترین کتاب

المکتبۃ السلفیۃ لاہور


اللهم صل على محمد
وعلى آل محمد
كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم
إنك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد
وعلى آل محمد
كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم
إنك حميد مجيد

تمنّا

ہر مسلمان زندگی بھر ایسے اعمال کرنے میں کوشاں رہتا ہے جن کے باعث اُس کو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے۔

یہی تمنا، آرزو اور خواہش "الرحیق المختوم" کی سعیِ طباعت کا باعث بنی۔

"الرحیق المختوم" سے اگر اُسوۂ حسنہ پر شوقِ عمل کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں رُوحِ جہاد بھی بیدار ہو جائے تو الحمد للہ، کیونکہ یہی اِس کتابِ سیرت کا اِمتیاز ہے۔

امیدِ شفاعت: احمد ساقر

maktabah-uddawah.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر (طبعِ جدید)

الرحیق المختوم کی یہ تازہ اشاعت، جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کا جدید ایڈیشن ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس بابرکت کتاب کو جس مقبولیت سے نوازا اور صاحبِ ذوق قارئین نے جس طرح اس کی پذیرائی فرمائی اِس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

طبعِ اوّل میں بعض اہلِ علم اور اصحابِ دانش بالخصوص جناب ڈاکٹر سعید اقبال قریشی اور محترم جناب محمد عالم مختار الحق نے بعض تسامحات کی نشاندہی فرمائی، اِن مقامات کا اصل عربی کتاب سے تقابل کا مرحلہ برادرم مولانا نعیم الحق نعیم نے اور صحتِ کتابت کا جناب محمد صدیق گلزار نے طے کیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ

طبعِ ہذا میں "الرحیق المختوم" سے مستفید ہونے والے ایک دوست جناب ذوالفقار کاظم نے دورانِ مطالعہ کتاب میں آمدہ بعض مشکل ناموں پر اعراب، نامانوس الفاظ کا ترجمہ اور وقوف وغیرہ کی از خود نشاندہی کر کے ایک نسخہ ارسال فرمایا، جن میں سے اکثر مشورے عربی کتاب سے تقابل کے بعد قبول کر لیے گئے۔

علاوہ ازیں اِس اشاعت میں کاغذ کی موجودہ ہوشربا گرانی کے سبب فی صفحہ تین سطریں اضافہ کر کے ضخامت کم کرنے کی سعی کی گئی ہے تاکہ کتاب عام قاری کی قوتِ خرید میں رہے، اس کے ساتھ ساتھ معیار میں بہتری کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ اِس ترتیبِ نو کو برادر عزیز جناب علی احمد صابر چشتی نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا نیز انہوں نے کتاب کے عربی متن اور عنوانات کی از سرِ نو کتابت فرما کر زادِ آخرت بنا لیا۔ تقبّل اللہ منہ

اِس بابرکت کتاب میں اب تک جس ساتھی نے بھی تعاون کیا اس کے پیشِ نظر سیرتِ نبویہ شریفہ کی خدمت برائے حصولِ سعادت ہی رہی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

الراجی إلی مرحمۃ ربہ الغفار

احمد شاکر

غفرلہ ولوالدیہ

جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ / اکتوبر ۱۹۹۵ء

زیرِ نظر کتاب کے بارے میں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله الذى ارسل رسوله بالهدٰى ودين الحق ليظهره على الدين كله فجعله شاهدًا ومبشرًا ونذيرًا، وداعيًا إلى الله بإذنه وسراجًا منيرا، وجعل فيه أسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الأخر وذكر الله كثيرا، اللّٰهم صل وسلم وبارك عليه وعلى اٰله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين وفجر لهم ينابيع الرحمة والرضوان تفجيرا - أمّا بعد:

یہ بڑی مسرت اور شادمانی کی بات ہے کہ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ میں پاکستان کے اندر منعقدہ سیرت کانفرنس کے اختتام پر رابطہ عالم اسلامی نے سیرت کے موضوع پر مقالہ نویسی کا ایک عالمی مقابلہ منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ قلم میں ایک طرح کی امنگ اور ان کی فکری کاوشوں میں ایک طرح کی ہم آہنگی پیدا ہو۔ میرے خیال میں یہ بڑا مُبارک قدم ہے۔ کیونکہ اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ درحقیقت سیرتِ نبوی اور اسوۂ مُحمّدی ہی وہ واحد منبع ہے جس سے عالم اسلام کی زندگی اور انسانی معاشرے کی سعادت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر بے شمار درود وسلام ہو۔

پھر یہ میری سعادت وخوش بختی ہوگی کہ میں بھی اس مبارک مقابلے میں شرکت کروں۔ لیکن میری بساط ہی کیا ہے کہ مَیں سیدالاولین والآخرین ﷺ کی حیات مبارکہ پر روشنی ڈال سکوں۔ میں تو اپنی ساری خوش بختی وکامرانی اسی میں سمجھتا ہوں کہ مجھے آپ ﷺ کے انوار کا کچھ حصہ نصیب ہوجائے۔ تاکہ میں تاریکیوں میں بھٹک کر ہلاک ہونے کے بجائے آپ ﷺ کے ایک اُمتی کی حیثیت سے آپ کی روشن شاہراہ پر چلتا ہوا زندگی گذاروں۔ اور اسی راہ میں میری موت بھی آئے۔ اور پھر آپ ﷺ کی شفاعت کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرے گناہوں پر قلمِ عفو پھیر دے۔

ایک چھوٹی سی بات اپنی اس کتاب کے اندازِ تحریر کے متعلق بھی عرض کرنے کی ضرورت

محسوس کر رہا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں نے کتاب لکھنے سے پہلے ہی یہ بات طے کر لی تھی کہ اسے بارِ خاطر بن جانے والے طول اور ادائیگیٔ مقصود سے قاصر رہ جانے والے اختصار دونوں سے بچتے ہوئے متوسط درجے کی ضخامت میں مرتب کروں گا۔ لیکن جب کتبِ سیرت پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ واقعات کی ترتیب اور جزئیات کی تفصیل میں بڑا اختلاف ہے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ جہاں جہاں ایسی صورت پیش آئے وہاں بحث کے ہر پہلو پر نظر دوڑا کر اور بھرپور تحقیق کر کے جو نتیجہ اخذ کروں اسے اصل کتاب میں درج کر دوں۔ اور دلائل وشواہد کی تفصیلات اور ترجیح کے اسباب کا ذکر نہ کروں۔ ورنہ کتاب غیر مطلوب حد تک طویل ہو جائے گی۔ البتہ جہاں یہ اندیشہ ہو کہ میری تحقیق قارئین کے لیے حیرت واستعجاب کا باعث بنے گی، یا جن واقعات کے سلسلے میں عام اہل قلم نے کوئی ایسی تصویر پیش کی ہو جو میرے نقطۂ نظر سے صحیح نہ ہو وہاں دلائل کی طرف بھی اشارہ کر دوں۔

یا اللہ! میرے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی مقدر فرما۔ تو یقیناً غفور ووَدُود ہے۔ عرش کا مالک ہے اور بزرگ وبرتر ہے۔

صفی الرحمٰن مُبارکپوری

جامعہ سلفیہ
بنارس، ہند

جمعۃ المبارک
۲۴ رجب ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۷۶ء

maktabaqudduse.com

عَرب — محلِّ وُقوع اور قومیں

سیرت نبوی درحقیقت اس پیغامِ ربانی کے عملی پَرتو سے عبارت ہے، جسے رسُول اللہ ﷺ نے انسانی جمعیّت کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور جس کے ذریعے انسان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں اور بندوں کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی میں داخل کر دیا تھا۔ چونکہ اس سیرتِ طیّبہ کی مکمل صُورت گری ممکن نہیں جب تک کہ اس پیغامِ رَبّانی کے نزول سے پہلے کے حالات اور بعد کے حالات کا تقابل نہ کیا جائے اس لیے اصل بحث سے پہلے پیش نظر باب میں اسلام سے پہلے کی عرب اقوام اور ان کے نشو و نما کی کیفیت بیان کرتے ہُوئے ان حالات کا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے جن میں رسُول اللہ ﷺ کی بعثت ہُوئی تھی۔

عرب کا محلِّ وقوع

لفظ عرب کے لغوی معنی ہیں صحرا اور بے آب و گیاہ زمین۔ عہدِ قدیم سے یہ لفظ جزیرہ نمائے عرب اور اس میں بسنے والی قوموں پر بولا گیا ہے۔

عرب کے مغرب میں بحر احمر اور جزیرہ نمائے سینا ہے۔ مشرق میں خلیج عرب اور جنوبی عراق کا ایک بڑا حصّہ ہے۔ جنوب میں بحر عرب ہے جو درحقیقت بحر ہند کا پھیلاؤ ہے۔ شمال میں مُلک شام اور کسی قدر شمالی عراق ہے۔ ان میں سے بعض سرحدوں کے متعلق اختلاف بھی ہے۔ کُل رقبے کا اندازہ دس لاکھ سے تیرہ لاکھ مربع میل تک کیا گیا ہے۔

جزیرہ نمائے عرب طبعی اور جغرافیائی حیثیت سے بڑی اہمیّت رکھتا ہے۔ اندرونی طور پر یہ ہر چہار جانب سے صحرا اور ریگستان سے گھرا ہوا ہے جس کی بدولت یہ ایسا محفوظ قلعہ بن گیا ہے کہ بیرونی قوموں کے لیے اس پر قبضہ کرنا اور اپنا اثر و نفوذ پھیلانا سخت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قلب جزیرۃ العرب کے باشندے عہدِ قدیم سے اپنے جملہ معاملات میں مکمل طور پر آزاد و خود مختار نظر آتے ہیں حالانکہ یہ ایسی دو عظیم طاقتوں کے ہمسایہ تھے کہ اگر یہ ٹھوس قدرتی رکاوٹ نہ ہوتی تو ان کے حملے روک لینا باشندگانِ عرب کے بس کی بات نہ تھی۔

بیرونی طور پر جزیرہ نمائے عرب پُرانی دنیا کے تمام معلوم براعظموں کے بیچوں بیچ واقع ہے اور

خشکی اور سمندر دونوں راستوں سے ان کے ساتھ جڑا ہُوا ہے۔ اس کا شمال مغربی گوشہ، بَرّاعظم افریقہ میں داخلے کا دروازہ ہے۔ شمال مشرقی گوشہ یورپ کی کنجی ہے۔ مشرقی گوشہ ایران، وسط ایشیا اور مشرق بعید کے دروازے کھولتا ہے اور ہندوستان اور چین تک پہنچاتا ہے۔ اسی طرح ہر بَراعظم سمندر کے راستے بھی جزیرہ نمائے عرب سے جڑا ہوا ہے اور ان کے جہاز عرب بندرگاہوں پر براہ راست لنگرانداز ہوتے ہیں۔

اس جغرافیائی محلِ وقوع کی وجہ سے جزیرۃ العرب کے شمالی اور جنوبی گوشے مختلف قوموں کی آماجگاہ اور تجارت و ثقافت اور فنون و مذاہب کے لین دین کا مرکز رہ چکے ہیں۔

عرب قومیں

مؤرخین نے نسلی اعتبار سے عرب اقوام کی تین قسمیں قرار دی ہیں:

(۱) عرب بائدہ ـــــ یعنی وہ قدیم عرب قبائل اور قومیں جو بالکل ناپید ہوگئیں اور ان کے متعلق ضروری تفصیلات بھی دستیاب نہیں۔ مثلاً عاد، ثمود، طَسْم، جَدِیس، عَمَالِقہ وغیرہ۔

(۲) عرب عَارِبَہ ـــــ یعنی وہ عرب قبائل جو یَعْرُب بن یشجب بن قحطان کی نسل سے ہیں۔ انہیں قحطانی عرب کہا جاتا ہے۔

(۳) عرب مُسْتَعْرِبہ ـــــ یعنی وہ عرب قبائل جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ انہیں عدنانی عرب کہا جاتا ہے۔

عرب عاربہ: یعنی قحطانی عرب کا اصل گہوارہ ملک یمن تھا۔ یہیں ان کے خاندان اور قبیلے مختلف شاخوں میں پھُوٹے، پھیلے اور بڑھے۔ ان میں سے دو قبیلوں نے بڑی شہرت حاصل کی۔

(الف) حِمْیَر ـــــ جس کی مشہور شاخیں زید الجمہور، قُضَاعہ اور سَکَاسِک ہیں۔

(ب) کہلان ـــــ جس کی مشہور شاخیں ہمدان، اَنْمَار، طَیّ، مَذْحِج، کِنْدَہ، لَخْم، جُذَام، اَزْد، اَوْس، خَزْرَج اور اولادِ جفنہ ہیں، جنہوں نے آگے چل کر ملک شام کے اطراف میں بادشاہت قائم کی اور آلِ غسان کے نام سے مشہور ہوئے۔

عام کہلانی قبائل نے بعد میں یمن چھوڑ دیا اور جزیرۃ العرب کے مختلف اطراف میں پھیل گئے۔ ان کے عمومی ترکِ وطن کا واقعہ سیلِ عَرِم سے کسی قدر پہلے اس وقت پیش آیا جب رومیوں نے مصر و شام پر قبضہ کرکے اہل یمن کی تجارت کے بحری راستے پر اپنا تسلط جما لیا، اور بَری شاہراہ کی سہولیات غارت کرکے اپنا دباؤ اس قدر بڑھا دیا کہ کہلانیوں کی تجارت تباہ ہو کر رہ گئی۔

کچھ عجب نہیں کہ کہلانی اور حمیری خاندانوں میں چشمک بھی رہی ہو اور یہ بھی کہلانیوں کے ترکِ وطن کا ایک مؤثر سبب بنی ہو۔ اس کا اشارہ اس سے بھی ملتا ہے کہ کہلانی قبائل نے تو ترکِ وطن کیا۔ لیکن حمیری قبائل اپنی جگہ برقرار رہے۔

جن کہلانی قبائل نے ترکِ وطن کیا ان کی چار قسمیں کی جاسکتی ہیں۔

۱- اَزْد ـــــ انہوں نے اپنے سردار عمران بن عمرو مزیقیاء کے مشورے پر ترکِ وطن کیا۔ پہلے تو یہ یمن ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے اور حالات کا پتا لگانے کے لیے آگے آگے ہراول دستوں کو بھیجتے رہے لیکن آخر کار شمال کا رُخ کیا اور پھر مختلف شاخیں گھومتے گھماتے مختلف جگہ دائمی طور پر سکونت پذیر ہوگئیں۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ثَعْلَبہ بن عَمْرو اس نے اَوّلاً حجاز کا رُخ کیا اور ثعلبیہ اور ذی قار کے درمیان اقامت اختیار کی۔ جب اس کی اولاد بڑی ہوگئی اور خاندان مضبوط ہوگیا تو مدینہ کی طرف کوچ کیا، اور اسی کو اپنا وطن بنا لیا۔ اسی ثعلبہ کی نسل سے اَوْس اور خَزْرَج ہیں جو ثعلبہ کے صاحبزادے حارثہ کے بیٹے ہیں۔

حارثہ بن عَمْرو یعنی خُزاعہ اور اس کی اولاد یہ لوگ پہلے سرزمین حجاز میں گردش کرتے ہوئے مَرّالظَّہران میں خیمہ زن ہوئے۔ پھر حرم پر دھاوا بول دیا اور بَنُو جُرْہُم کو نکال کر خود مکہ میں بود و باش اختیار کر لی۔

عمران بن عَمْرو اس نے اور اسکی اولاد نے عمان میں سکونت اختیار کی اسلیے یہ لوگ ازد عمان کہلاتے ہیں۔

نصر بن ازد اس سے تعلق رکھنے والے قبائل نے تہامہ میں قیام کیا۔ یہ لوگ اَزْدِ شَنُوْءَۃ کہلاتے ہیں۔

جفنہ بن عَمْرو اس نے مُلک شام کا رُخ کیا۔ اور اپنی اولاد سمیت وہیں متوطن ہوگیا۔ یہی شخص غَسّانی بادشاہوں کا جدِّ اعلیٰ ہے۔ انہیں آلِ غَسّان اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے شام منتقل ہونے سے پہلے حجاز میں غَسّان نامی ایک چشمے پر کچھ عرصہ قیام کیا تھا۔

۲- لخم و جذام ـــــ ان ہی لخمیوں میں نصر بن ربیعہ تھا جو حیرہ کے شاہانِ آلِ مُنذِر کا جدِّ اعلیٰ ہے۔

۳- بنو طَیّ ـــــ اس قبیلے نے بنو اَزْد کے ترکِ وطن کے بعد شمال کا رخ کیا اور اجاء اور سلمیٰ نامی دو پہاڑیوں کے اطراف میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگیا، یہانتک کہ یہ دونوں پہاڑیاں قبیلہ طی کی نسبت سے مشہور ہوگئیں۔

۴- کِندہ ـــــ یہ لوگ پہلے بحرین ـــــ موجودہ اَلاَحْسَاء ـــــ میں خیمہ زن ہوئے۔ لیکن مجبوراً وہاں

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت سارہؓ اور حضرت ہاجرہؓ کو ہمراہ لے کر فلسطین واپس تشریف لائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے ایک فرزند ارجمند — اسماعیلؑ — عطا فرمایا لیکن اس پر حضرت سارہؓ کو جو بے اولاد تھیں بڑی غیرت آئی اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجبور کیا کہ حضرت ہاجرہؓ کو ان کے نوزائیدہ بچے سمیت جلا وطن کر دیں۔ حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ انہیں حضرت سارہؓ کی بات ماننی پڑی اور وہ حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو ہمراہ لے کر حجاز تشریف لے گئے اور وہاں ایک بے آب و گیاہ وادی میں بیت اللہ شریف کے قریب ٹھہرا دیا۔ اُس وقت بیت اللہ شریف نہ تھا، صرف ٹیلے کی طرح اُبھری ہوئی زمین تھی۔ سیلاب آتا تھا تو دائیں بائیں سے کترا کر نکل جاتا تھا۔ وہیں مسجد حرام کے بالائی حصّے میں زمزم کے پاس ایک بہت بڑا درخت تھا۔ آپ نے اسی درخت کے پاس حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو چھوڑا تھا۔ اس وقت مکہ میں نہ پانی تھا نہ آدم اور آدم زاد۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ نے ایک توشہ دان میں کھجور اور ایک مشکیزے میں پانی رکھ دیا۔ اس کے بعد فلسطین واپس چلے گئے۔ لیکن چند ہی دن میں کھجور اور پانی ختم ہو گیا اور سخت مشکل پیش آئی مگر اس مشکل وقت پر اللہ کے فضل سے زمزم کا چشمہ پھوٹ پڑا اور ایک عرصہ تک کے لیے سامانِ رزق اور متاعِ حیات بن گیا۔ تفصیلات معلوم و معروف ہیں[۴]

کچھ عرصے بعد یمن سے ایک قبیلہ آیا جسے تاریخ میں جرہم ثانی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ اسماعیل علیہ السلام کی ماں سے اجازت لے کر مکہ میں ٹھہر گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قبیلہ پہلے مکہ کے گرد و پیش کی وادیوں میں سکونت پذیر تھا۔ صحیح بخاری میں اتنی صراحت موجود ہے کہ (رہائش کی غرض سے) یہ لوگ مکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی آمد کے بعد اور ان کے جوان ہونے سے پہلے وارد ہوئے تھے۔ لیکن اس وادی سے ان کا گذر اس سے پہلے بھی ہوا کرتا تھا[۵]

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے متروکات کی نگہداشت کے لیے وقتاً فوقتاً مکہ تشریف لایا کرتے تھے۔ لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس طرح ان کی آمد کتنی بار ہوئی۔ البتہ تاریخی مآخذ میں چار بار ان کی آمد کی تفصیل محفوظ ہے جو یہ ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھلایا

---

۴ ملاحظہ ہو صحیح بخاری، کتاب الانبیاء ۱/۴۷۴، ۴۷۵ ۵ صحیح بخاری ۱/۴۷۵

کہ وہ اپنے صاحبزادے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کو ذبح کر رہے ہیں۔ یہ خواب ایک طرح کا حکم الٰہی تھا اور باپ بیٹے دونوں اس حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے تیار ہو گئے۔ اور جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا تو اللہ نے پکارا "اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی اور اللہ نے انہیں فدیے میں ایک عظیم ذبیحہ عطا فرمایا۔"[۶]

مجموعہ بائیبل کی کتاب پیدائش میں مذکور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام سے تیرہ سال بڑے تھے اور قرآن کا سیاق بتلاتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پیش آیا تھا۔ کیونکہ پورا واقعہ بیان کر چکنے کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت کا ذکر ہے۔

اس واقعے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جوان ہونے سے پہلے کم از کم ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کا سفر ضرور کیا تھا۔ بقیہ تین سفروں کی تفصیل صحیح بخاری کی ایک طویل روایت میں ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے[۷]۔ اس کا خلاصہ یہ ہے!

۲- حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہو گئے۔ جُرہُم سے عربی سیکھ لی اور ان کی نگاہوں میں جچنے لگے تو ان لوگوں نے اپنے خاندان کی ایک خاتون سے آپؑ کی شادی کر دی۔ اسی دوران حضرت ہاجرہؓ کا انتقال ہو گیا۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال ہوا کہ اپنا ترکہ دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ مکہ تشریف لے گئے۔ لیکن حضرت اسماعیلؑ سے ملاقات نہ ہوئی۔ بہو سے حالات دریافت کئے۔ اس نے تنگ دستی کی شکایت کی۔ آپؑ نے وصیت کی کہ اسماعیل علیہ السلام آئیں تو کہنا اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ اس وصیت کا مطلب حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے بیوی کو طلاق دے دی اور ایک دوسری عورت سے شادی کر لی جو جُرہُم کے سردار مضاض بن عمرو کی صاحبزادی تھی[۸]۔

۳- اس دوسری شادی کے بعد ایک بار پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ تشریف لے گئے مگر اس دفعہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوئی۔ بہو سے احوال دریافت کئے تو اس نے اللہ کی حمد و ثناء کی۔ آپ نے وصیت کی کہ اسماعیل علیہ السلام اپنے دروازے کی چوکھٹ برقرار رکھیں اور فلسطین واپس ہو گئے۔

---

۶ سورۂ صافات: ۱۰۳-۱۰۷ (فلما اسلما... بذبح عظیم) ۷ صحیح بخاری ۱/۴۷۵-۴۷۶ ۸ قلب جزیرۃ العرب ص ۲۳۰

۴۔ اس کے بعد پھر لڑکا بچہ لا لے تو اسماعیل علیہا السلام (دودھ کے) پیچھے گھڑے رہے تھے۔ دیکھتے ہی ایک پڑے اور وہاں کیا ہوا اپنے وقت پر ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ ملاقات اتنے طویل عرصے کے بعد ہوئی تھی کہ ایک ماں اور شفیق باپ اپنے بیٹے سے اور ایک اطاعت گزار بیٹا اپنے باپ سے بمشکل ہی اتنی والہانہ برتاؤ کر سکتا ہے۔ اسی دفعہ دونوں نے مل کر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ بنیاد کھود کر دیواریں اٹھائیں اور ابراہیم علیہ السلام نے ساری دنیا کے لوگوں کو حج کے لیے آواز دی۔

اللہ تعالیٰ نے مضاض کی صاحبزادی سے اسماعیل علیہ السلام کو بارہ بیٹے عطا فرمائے[9] جن کے نام یہ ہیں۔ نابت یا نبایوط، قیدار، ادبائیل، مبشام، مشاع، دوما، میشا، حدد، تیما، یطور، نبیش، قیدمان

ان بارہ بیٹوں سے بارہ قبیلے وجود میں آئے اور سب نے مکہ ہی میں بود و باش اختیار کی۔ ان کی معیشت کا دارومدار زیادہ تر یمن اور مصر و شام کی تجارت پر تھا۔ بعد میں یہ قبائل جزیرۃ العرب کے مختلف اطراف میں بلکہ بیرونِ عرب بھی پھیل گئے اور ان کے حالات، زمانے کی دبیز تاریکیوں میں دب کر رہ گئے۔ صرف نابت اور قیدار کی اولاد اس گمنامی سے مستثنیٰ ہیں۔

نبطیوں کے تمدن کو شمالی حجاز میں فروغ اور عروج حاصل ہوا۔ انہوں نے ایک طاقتور حکومت قائم کر کے گرد و پیش کے لوگوں کو اپنا باجگذار بنا لیا۔ بطرا ان کا دارالحکومت تھا۔ کسی کو ان کے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ پھر رومیوں کا دور آیا اور انہوں نے نبطیوں کو قصۂ پارینہ بنا دیا۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ایک دلچسپ بحث اور گہری تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ آلِ غسان اور انصار یعنی اوس و خزرج قحطانی عرب نہ تھے۔ بلکہ اس علاقے میں نابت بن اسمٰعیل (علیہ السلام) کی جو نسل بچی کھچی رہ گئی تھی وہی تھے[10]

قیدار بن اسماعیل علیہ السلام کی نسل مکہ ہی میں پھلتی پھولتی رہی یہاں تک کہ عدنان اور پھر ان کے بیٹے معد کا زمانہ آگیا۔ عدنانی عرب کا سلسلۂ نسب صحیح طور پر یہیں تک محفوظ ہے۔

عدنان، نبی ﷺ کے سلسلۂ نسب میں اکیسویں پشت پر پڑتے ہیں۔ بعض روایتوں میں ان کا یہ کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ جب اپنا سلسلۂ نسب ذکر فرماتے تو عدنان پر پہنچ کر رک جاتے اور آگے نہ بڑھتے۔ فرماتے کہ ماہرینِ انساب غلط کہتے ہیں[11] مگر علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ عدنان سے

---

[9] ایضاً ایضاً۔ [10] دیکھئے تاریخ ارض القرآن ۲/۷۸۔
[11] طبری: تاریخ الامم والملوک ۲/۱۹۱-۱۹۴، الاعلام ۵/۶